

مکاتیبِ اجمل

پروفیسر محمد اسلم صاحب پنجاب یونیورسٹی لاہور

مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں (۱۸۶۳ء - ۱۹۲۷ء) کا شمار برصغیر پاک و ہند کے نامور فرزندوں میں ہوتا ہے۔ موصوف بین الاقوامی شہرت رکھنے والے طبیب، ادنیٰ پایہ کے سیاستدان، خوش فکر شاعر، صاحب طرز ادیب اور بہترین خطاط تھے۔ انہوں نے موجودہ صدی کے ربعِ اول میں برصغیر کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ حکیم صاحب انڈین نیشنل کانگریس کے صدر بھی رہے اور خلافت کمیٹی کے سربراہ بھی۔ موصوف ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ کے اُس اجلاس میں شریک تھے جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

حکیم صاحب ہر طبقے میں یکساں مقبول تھے۔ انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے بڑی کوشش کی لیکن جب شدھی اور سنگٹھن کی تحریکیں شروع ہوئیں تو اُن کے حاس دِل پر بڑی چوٹ لگی۔ ۱۹۲۵ء میں کوہاٹ میں ہندو مسلم فسادات میں کانگریس نے معاندانہ روش اختیار کی تو حکیم صاحب سیاست سے دِل برداشتہ ہو گئے۔ شبانہ روز کی محنت نے ان کی صحت برباد کر دی تھی اس لئے موصوف ۱۹۲۵ء کے موسمِ خزاں میں بحالی صحت کے لئے یورپ تشریف لے گئے۔ یورپ میں قیام کے دوران میں انہیں کئی جلاوطن مسلم رہنماؤں سے ملنے

کا اتفاق ہوا۔ وہیں ان کی ملاقات مکتوب الیہ ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی سے ہوئی حکیم صاحب کا ان کے ساتھ جو تعلق قائم ہوا وہ تادم والپسین قائم رہا۔

مکتوب الیہ | ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی ۱۸۸۸ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد چوہدری غلام علی صبیحہ ایک اسکول میں مدرس تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہوئی۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد برصغیر میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا تو مولانا عبدالباری فرنگی محل نے انگریزوں کے ماتحت علاقے سے ہجرت کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اس فتویٰ کے اجرا کے بعد ہزاروں مسلمان اپنی جائیدادیں غیر مسلموں کے پاس اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان چلے گئے۔ انہی مہاجرین میں اقبال شیدائی بھی شامل تھے۔

شیدائی مرحوم کی کابل میں آمد سے پانچ سال قبل پنجاب کے کالجوں سے متعدد وزیر تعلیم طلبہ ترکی کی حمایت میں انگریزوں کے خلاف لڑنے کا جذبہ لے کر کابل چلے آئے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے حکم سے مولانا عبید اللہ سندھی بھی کابل پہنچ گئے تو یہ طلبہ ان کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی سیر اسکیم تھی کہ ترکی افغانستان کو فوجی امداد دے اور امیر افغانستان آزاد قبائل کی مدد سے ہندوستان پر حملہ کر دے۔ آزاد قبائل میں شیخ الہندؒ کے دو جاں نثار شاگرد مولانا افضل ربی اور حاجی صاحب ترنگ زئی قبائلیوں کو جہاد کی ترغیب دے رہے تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے یہ تمام اسکیم ریشمی خطوط کے ذریعے حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں روانہ کی لیکن ملتان کے ایک انگریز پرست خان بہادر،

رب نواز خاں نے قاصد کو پکڑ کر حکام کے حوالے کر دیا۔ برطانوی حکومت فوراً حرکت میں آئی اور حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقا کو مکہ مکرمہ سے گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا۔

مولانا سید محمد علی نے کابل میں قیام کے دوران میں جنودِ ربانیہ کے نام سے برصغیر کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کراؤ کے لئے ایک فوج تیار کرنے کا خاکہ تیار کیا اور ایک جلاوطن حکومت کی بنیاد رکھی جسے وہ حکومتِ موقتہ کہتے تھے۔ اس جلاوطن حکومت میں راجہ مہندر پر تاپ صدر، مولانا سید محمد علی نائب صدر اور وزیر داخلہ، مولوی برکت اللہ بھوپالی وزیر اعظم، مولوی محمد بشیر وزیر جنگ، رحمت علی وزیر مواصلات اور مسٹر پلائی وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ جب اقبال شیدائی کابل پہنچے تو انہیں محکمہ جنگ اور محکمہ مواصلات کا نائب وزیر مقرر کیا گیا۔

مولانا سید محمد علی تقریباً سات برس تک کابل میں مقیم رہے لیکن امیرِ افغانستان برصغیر پر حملہ کرنے سے باز رہا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسے انگریزوں سے باقاعدہ وظیفہ ملتا تھا۔ مولانا سید محمد علی امیرِ کابل کے رویے سے مایوس ہو کر روس چلے گئے۔ کابل میں مقیم ہندوستانی طلبہ اور شیدائی مرحوم بھی کابل سے ماسکو پہنچ گئے۔ بالمشو یک انقلاب کے بعد روس کے حالات اس قدر بدل چکے تھے کہ وہاں مذہب کا نام لینا سب سے بڑا جرم سمجھا جاتا تھا۔ ان حالات میں یہ لوگ ترک چلے گئے۔

اقبال شیدائی ماسکو سے ترکی اور فرانس ہوتے ہوئے اٹلی پہنچ گئے۔ یورپ میں قیام کے دوران میں ان کی ہندوستان سے سیاسی رہنماؤں سے خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔ ان کے مجموعہ نوادرات میں علامہ اقبالؒ سر آغا خاں، پنڈت جواہر

لعل نہرو، محکم اجل خاں، مولانا ابوالکلام آزاد اور اجیت سنگھ (مہاراجہ بھگت سنگھ) کے خطوط موجود ہیں۔ برصغیر سے جب بھی کوئی سیاسی رہنما یورپ جاتا تو شیدائی اس سے ضرور ملتے۔

اقبال شیدائی نے اپنے دوست و احباب کے اصرار پر درآمد و برآمد کا کام شروع کیا۔ وہ عرب ممالک کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے۔

انہوں نے ۱۹۳۷ء میں ایک فرانسیسی خاتون سے شادی کر لی۔ ان کی اکلوتی بیٹی شیریں اقبال ڈیٹیل سرجن ہے اور جنوبی فرانس کے کسی شہر میں پریکٹس کر رہی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد ڈاکٹر اقبال شیدائی اکتوبر ۱۹۴۷ء میں طویل جلاوطنی کے بعد پاکستان آئے۔ یہاں ان کی ملاقات عمائدین حکومت سے ہوتی رہتی تھی۔ انہوں نے چودھری محمد علی اور خان لیاقت علی خاں کو متعدد مشورے دیے اور جہاڈ کشمیر کے بارے میں ایک فتویٰ کی خوب تشہیر کی۔

کچھ عرصہ بعد اقبال شیدائی دوبارہ اٹلی تشریف لے گئے۔ اس بار انہیں ٹورن یونیورسٹی میں ملازمت مل گئی اور وہ اطالویوں کو اردو پڑھانے لگے۔ شیدائی صاحب نے ۱۹۶۵ء میں مراجعت فرمائی اور یہاں اپنے بھانجے چودھری عبدالرحمن کیساتھ رہنے لگے۔ پاک بھارت جنگ کے بعد موصوف سیاسیات سے علانہ کش ہو گئے۔

لاہور میں شیدائی صاحب کی رہائش راقم الحروف کے گھر سے قریب تھی اس لیے ان کیساتھ اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ میرے ہمارے چودھری اشتیاق احمد جھٹہ ان کے رشتہ دار تھے اس لیے جب ان کے ہاں تشریف لاتے تو میرے مکان کے سامنے سے گزرتے۔ ایک بار میں نے ان سے تبرکات ایک کتاب پر آؤ گراف بھی لئے۔

آخر عمر میں شیدائی صاحب عارضہ قلب میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان کے بھائی اور بھتیجے ڈاکٹر تھے انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ علان کیا لیکن موت کا وقت مقرر ہے۔ بالآخر وہ ساعت آگئی اور موصوف ۱۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی قبر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ شیخ طاہر ہندگی کے مزار سے ملحقہ قبرستان (میانی صاحب) میں راقم الحروف کے والد بزرگوار کی قبر سے سات

آٹھ گز کے فاصلہ پر ہے اس لئے تقریباً روز ہی اس کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ ان کے لوح مزار پر نظریں کا یہ شعر کندہ ہے، جو ان کی پوری زندگی کا آئینہ دار ہے۔

نیست در خشک و تر بیشہ من کوتاہی

چوب ہر نخل کہ منبر نشود دار کنم !

میں ڈاکٹر اقبال شیدائی مرحوم کے برادرِ خور و جناب ڈاکٹر محمد جمال حبیبہ کا بیحد ممنون ہوں کہ مجھے حکیم محمد اجمال خاں مرحوم کے مکتوبات نقل کرنے اور انہیں شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جنسراہ اللہ احسن الجزاء۔

مکتوب نمبر ۱

بالمورل ہوٹل

لوزان۔ اوشی

۵ جون ۱۹۲۵ء

مہربان و عنایت فرمائے من

وعلیکم السلام۔ آپ کا خط مؤرخہ ۲۲ جون پہنچا۔ خوشی ہے کہ عزیز محمد علی اے یورپ آرہے ہیں اور غالباً ۲۰ جون تک مارسیلن پہنچ جائیں گے۔ انہیں میرا پتہ جلد سے جلد دیجئے گا تاکہ وہ مجھ سے مل سکیں۔ خدا ان کی تجارت میں برکت دے۔ ان میں بہت سی خوبیاں ہیں اور وہ اسلام کا سچا دروینے دل میں رکھتے ہیں۔

آزاد صاحب کے متعلق آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ وہ آرہے ہیں۔ اگر نامناسب نہ ہو تو مجھے لکھ بھیجئے۔

آپ براہ مہربانی سر دست تمام چیزوں کو چھوڑ کے اور تجارت کے پیشے کو اپنے لئے اختیار کر لیجئے تاکہ آپ کی موجودہ پریشانی دور ہو اور آپ اپنی حالت کو درست

کر سکیں۔ بیشک مالی مشکلات اول اول ہوگی لیکن خدا پر بھروسہ رکھنے اور استقلال کے ساتھ کام جاری رکھنے کے نتائج آپ خود چند مہینوں کے بعد دیکھنے لگیں گے۔ میں محمد علی صاحب سے ملا تو امید ہے کہ ایک حد تک آپ کی موجودہ مشکل میں سہولت اور آسانی پیدا ہو سکے گی۔

ڈاکٹر صاحب کا ویانا سے خط آیا تھا۔ مجھے اپنے کالج کے لئے وہاں سے کچھ چیزیں خریدنی ہیں، اس لئے میں نے انہیں تکلیف دی ہے اور وہ براہ مہربانی ان چیزوں کی فہرستیں فراہم کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ ویانا میں ان سے ملاقات ہوگی۔ حکیم فضل الرحمن میرے پاس ہیں۔ میں نے انہیں لاہور بھیج کر اول کیسٹری کی تعلیم دلوائی اور پھر انہیں کالج میں لے لیا جہاں وہ کیسٹری کے پروفیسر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ خوشی ہیں اور امید ہے کہ خوش رہیں گے۔ ان کا پتہ یہ ہے :
دہلی۔ قرولباغ۔ طبیہ کالج۔

میری صحت خدا کا شکر ہے کہ بتدریج بہتر ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ میں ہندوستان صحت کی اچھی حالت میں واپس جاؤں گا۔

آپ نے میرے متعلق جس محبت کا اظہار کیا ہے اس کا شکر گزار ہوں اور اپنی ہمدردی کا آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ آپ یہاں آنے کی تکلیف نہ کریں میں قسطنطنیہ جانے سے پہلے خود آپ سے مل سکوں گا۔ عزیزم محمد علی سے کہہ دیجئے گا کہ وہ مجھ سے جلد از جلد مل لیں۔ میں لوزین میں ۶ جولائی تک مقیم ہوں۔

ڈاکٹر انصاری صاحب آپ کو سلام شوق کہتے ہیں۔ والسلام۔
اجمل

مکتوب نمبر ۲

مالی ڈیر اقبال

علیکم السلام۔ آپ کا ایک خط پانچ روز ہوئے ملا تھا اور دوسرا آج ۴ جون کو پہنچا۔ اس لئے دونوں کا جواب مختصر دے رہا ہوں۔
 وحید صاحب مرحوم کے انتقال سے رنج ہوا۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اور اس کے پسماندگان و احباب کو صبر اور تسلی عطا فرمائے۔

آپ کے دوسرے خط سے حالات معلوم ہوئے۔ افسوس ہے کہ ہم لوگ لوزین میں ۶ جولائی سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔ ہم پہلے میلان آئیں گے اور وینس اور ویانا ہوتے ہوئے قسطنطنیہ چلے جائیں گے۔ ہمارا ارادہ ایک روز میلان میں قیام کرنے کا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو ایک روز اور ٹھہر سکیں گے۔ اس سے زیادہ گنجائش افسوس ہے کہ ممکن نہیں ہے۔ وہاں پہنچ کر دیکھیں گے کہ ہم لوگ اپنے اوقات کو کس طرح تقسیم کریں۔

آپنے دلچسپ حالات لکھے ہیں۔ اگر اس سلسلے میں اور مفصل حالات معلوم ہو سکیں تو بہتر ہے۔ آپ کے متعلق تو میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ آپ اپنا وقت تجارت پر صرف کریں۔ رحمن دو تین روز میں یہاں آنے والے ہیں۔ میں ان سے دریافت کروں گا کہ ابھی آپ نے آپ سے تجارت کے متعلق جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیوں نہیں کیا۔ آپ یقین کریں کہ اس کے لئے آپ کے پاس کوئی معقول وجہ ہوگی۔ وہ ایسے آدمی نہیں ہیں کہ ان کے قول اور فعل میں فرق ہو۔

آپ کی مالی حالت سے میں متاثر ہوں۔ بغیر آپ کے کہنے کے پیرس میں مجھے خود خیال آیا تھا لیکن سفر کے لئے رقم محدود ہونے کی وجہ سے میں آپ سے اپنے خیال کو بھی ظاہر نہیں کر سکا اور خاموش ہو گیا۔ لیکن میں اب اور کیا کر سکتا

ہوں۔ والسلام۔

اجمل

لوزین ۱۲ جون ۱۹۲۵ء

مکتوب نمبر ۳

مہربان دوستان

علیکم السلام۔ آپ کا عنایت نامہ مقررہ ہو، جون مجھے ملا۔ طغوف خط پڑھنے کے بعد میں آپ کو واپس کر رہا ہوں۔ میں کل یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ رستہ میں لوسرن اور زیوریخ ٹھہرا ہوا ویانا اور وینس سے وینس جاؤں گا میلان سے بہر حال گزنا ہے۔ امید ہے کہ آپ کی ملاقات ہو سکے گی۔

اب میں قسطنطنیہ نہیں جا رہا۔ بلکہ وینس سے ۱۷ جولائی کے جہاز میں مصر و شام کے لئے سوار ہو رہا ہوں۔ البتہ ڈاکٹر انصاری صاحب قسطنطنیہ جائیں گے۔
مولوی صاحب سے بہت افسوس ہے کہ میں نہیں مل سکوں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ وہ اس سفر میں جو میں لوزین سے مارسیلز تک کروں گا کسی جگہ مجھ سے مل سکتے۔ اگر آپ انہیں تار دیکر بلا لیں تو بہت اچھا ہو۔ معلوم نہیں کہ وہ یہ سفر کر سکتے ہیں یا نہیں؟
امید ہے کہ آپ کا کام تجارت کے سلسلہ میں اگر آپ پوری توجہ کے ساتھ محنت کریں ترقی کریں گے۔ مولوی صاحب پر میں آپ کی رائے ظاہر نہیں کر سکتا۔ آپ مطمئن رہیں۔

اجمل

۲ جولائی ۱۹۲۵ء

لوزین۔

مکتوب نمبر ۴
مہر گستر

اسلام علیکم!

آپ سے محترم امیر شکیب ارسلان اس خط کے ذریعے ملیں گے اور جس غرض سے
میں گے اسے زبانی بیان فرمائیں گے۔ انہیں اپنے دوست کیپٹن صاحب سے بھی ملا دیجیے
اور جس قدر بھی ممکن ہو پوری کوشش اس کام کے انجام دینے کے لئے کیجیے جس کے لئے
یہ وہاں آرہے اور آپ سے مل رہے ہیں۔

کیپٹن صاحب کو میرا سلام کہہ دیجیے اور ان کی مزاج پر سی کر لیجیے۔

محمد اجمل

حیفہ۔ ۹ ستمبر ۱۹۲۵ء

مکتوب نمبر ۵

P & O.S. N. CO.

S. S.

مالی ڈیر اقبال

اسلام علیکم!

عرصہ سے میں نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا۔ جس کا مجھے افسوس ہے میں اس
عرصہ میں براہِ سفر میں رہا۔ قاہرہ سے بیت المقدس، زبدانی، رملہ، بعلبک، سو فر،
بجدون، عین رملہ، علیہ، بیروت، صور، عکا اور حیفہ ہوتا ہوا پھر قاہرہ واپس آیا
اور اب ۱۶ ستمبر کے جہاز سے ہندوستان کے لئے سفر کر رہا ہوں اور یہ خط آپ
کو عدن سے لکھ رہا ہوں۔

ستمبر ۱۹۷۵ء

۳۹

مجھے افسوس ہے کہ روپیہ بھیجنے میں بھی تاخیر ہوئی۔ میں نے دوسروں پر یہ کہ
 قریب لالہ تیموجی مل کو جو میرے ہندوستانی دوست ہیں اور قاہرہ میں تجارت کرتے
 ہیں ۱۵ ستمبر کو آپ کے پتہ کے ساتھ دیا تھا جو امید ہے کہ انہوں نے ۱۶ ستمبر کو روانہ
 کر دیا ہوگا اور وہ آپ کو اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی مل گیا ہوگا یا عنقریب مل
 جائے گا اپنی خیریت اور رسید سے مطلع کیجئے گا۔
 کپتان صاحب کو سلام۔

اجمل

۱۶ ستمبر ۱۹۷۵ء

مکتوب نمبر ۶

راچپور (ڈیرہ دون)

مہر گستر

علیکم السلام!

میں بہت نادام ہوں کہ آپ نے اپنی محبت سے مجھے کئی خطوط بھیجے لیکن میں
 ان کے جواب دینے سے قاصر رہا۔

میرے پاس کام بہت رہتا ہے اس لئے جن خطوط کے جواب مجھے خود لکھنے ہوتے
 ہیں ان میں علی العموم تاخیر ہو جاتی ہے۔

معلوم نہیں کہ آپ نے کوئی تجارتی کام شروع کیا یا نہیں۔ میری رائے تو آپ
 کے لئے اب بھی وہی ہے جو میں نے آپ کو پورے سفر کے دوران میں دی
 تھی کہ اب آپ یکسو ہو کر صرف تجارت میں اپنے وقت کو صرف کیجئے ورنہ خوف
 ہے کہ آپ کا بہتر زمانہ بیکار ہو جائے گا۔

کامریڈ کمی مین سے بند ہے، ورنہ اس کے بھیجنے کا انتظام کرتا البتہ روزانہ ”ہم درد“ جاری ہے جس کی نسبت ایسا معلوم ہوا ہے کہ وہ غنقریب بند ہونے والا ہے۔

میں تین ماہ کے لئے بہ غرض تبدیل آب و ہوا راجپور آ گیا ہوں غالباً ستمبر کے آخر تک یہاں مقیم رہوں گا۔

کیپٹن صاحب کا جو مہمان ہے، مجھ سے ملے تھے، میں نام بھول گیا ہوں انہیں سلام بھی کہتی تھی اور مولوی صاحب کو بھی جہاں کہیں وہ تشریف رکھتے ہوں، ان کا حال بھی لکھئے۔

اجمل

۲۱ جون

مکتوب نمبر ۷

راجپور

۱۳ اگست ۱۹۶۶ء

مہر گسٹرم دام لطفہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے مسئلہ سب خطوط مجھے مل گئے۔ جن بزرگ کو راجداری مل گئی اور جن کی نسبت آپ نے لکھا ہے کہ وہ ۱۰ اگست کے جہاز میں روانہ ہوں گے۔ ان کے متعلق یہ دریافت کرنا ہے کہ انہیں راجداری کا پر وائے کس ملک کے لئے ملتا ہے۔

اس سے تو خوشی ہوئی کہ آپ نے کشتہ جات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور ایک دفتر بھی کھول دیا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ دوسرے مشاغل میں وقت

زیادہ صرف کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں مجھے تجارت کے کام میں کامیابی بہت دشوار معلوم ہوتی ہے۔

امید ہے کہ آپ امیر شکیب ارسلان صاحب سے مل لے ہوں گے۔ اگر شام کے متعلق کوئی خاص واقفیت آپ کو ان کے بیان سے ہوتی ہو تو اس سے مجھے مطلع کریں۔
میں کوشش کروں گا کہ اردو کے اخبار آپ کو ملنے رہیں تاکہ ہندوستان کے حالات سے آپ کو ایک حد تک اطلاع ہوتی رہے۔

براہ مہربانی پکتان تغارانی صاحب کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہہ دیجئے گا اور مزاج پر سی کر لیجئے گا۔ مولانا صاحب کی خدمت میں بھی اگر ہوں تو سلام پہنچا دیجئے گا اور اپنے پارسی دوست کو بھی۔

مولانا ابوالکلام صاحب اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں اور آپ کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ وہ آپ کو خط لکھ کر اسی خط میں بھیج رہے ہیں۔

اجمل

مکتوب نمبر ۸

ذیر اقبال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے دو عنایت نامے محررہ معارضہ ۷ ستمبر اور دوسرا مؤرخہ ملے جن کا جواب ایک میں لکھتا ہوں۔

۱۔ خوشی ہے کہ آپ تجارت میں اپنا وقت صرف کرنا چاہتے ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ عمل طور پر آپ نے ابھی تک کوئی تجارتی کام شروع نہیں کیا۔ میری ابتدا سے یہی رائے ہے کہ آپ کے لئے سیاسیات سے تجارت بہتر ہے۔ بیشک اس میں سرمایہ کی

ضرورت ہے لیکن کیا عجب ہے کہ اس کا کوئی سامان آپ کر سکیں۔

۲۔ میں جا بری صاحب کو مہینوں سے خط لکھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ ان کا پتہ کیا ہے۔ اس لئے اب تک انہیں لکھ نہیں سکا۔ مہربانی کر کے ان کا پتہ لکھئے اور انہیں مطلع کیجئے اور میں اب تک پتہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے انہیں خط نہ بھیج سکا۔ اور یہ بھی اطلاع دیجئے کہ ان کا کوئی خط آج کی تاریخ تک مجھے نہیں ملا۔

۳۔ مصیبت زدگان شام کے لئے گوہندوستان میں اس وقت چند کھانا بھی بہت دشوار ہے لیکن وہ تشریف لائیں گے تو بہت خوشی ہوگی اور ممکن امداد سے دریغ نہ ہوگا۔

۴۔ مسٹر فلیکس تغا زانی سے میرا سلام کہتے گا اور یہ لکھئے گا کہ انسوس ہے کہ میں آپ کے رسالہ کی اشاعت میں شرکت نہیں کر سکوں گا لیکن جو مضمون وہ پسند کریں لکھ کر بھیج دوں گا۔ ڈاکٹر انصاری صاحب، مہاتما جی صاحب اور مولانا ابوالکلام صاحب سے وہ براہ راست اس کیلئے خط و کتابت کریں۔

۵۔ آپ اپنے بھائی کو لکھیں کہ وہ میرے ساتھ براہ راست خط و کتابت کریں۔ میں ان کی تعلیمی امداد کے لئے کوشش کروں گا۔ والسلام۔

امیر شکیب ارسلان صاحب اور ہمارے دوست جا بری صاحب کو بہت بہت سلام۔

۱۵ اکتوبر کو میں دہلی واپس جا رہا ہوں۔

اجمل

ڈیرہ دون

۱۴ اکتوبر ۱۹۶۶ء

تعلیقات ۱۔ اس زمانے کے سیاسی کارکنوں میں مولانا محمد علی جوہر کے علاوہ اس نام کے دو اور بزرگوں کا نام ملتا ہے۔ ان میں سے ایک مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹ، صاحب ”مشاہدات کابل و یاغستان“ تھے اور دوسرے محمد علی برادر مولانا احمد علی لاہوری۔ حکیم صاحب کے خط سے یہ واضح نہیں ہو سکا کہ ان کا اشارہ کس محمد علی کی طرف ہے۔ مولوی برکت اللہ بھوپالی کے ایک خط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مشار الیہ مولانا محمد علی ایم اے کینٹ تھے۔

۲۔ وحید کے تعلقات مولانا برکت اللہ بھوپالی اور اقبال شیدائی کے ساتھ تھے اور ان کے درمیان باقاعدہ خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔ مولانا اپنے ایک خط میں شیدائی صاحب کو لکھتے ہیں ”میں وحید کا خط تم کو بھیجتا ہوں جس سے اس شخص کی دروغ گوئی اور نفاق ثابت ہوتا ہے۔“ مولانا شیدائی صاحب کو بار بار اس سے بچنے کی تلقین فرماتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لین دین کے معاملے میں بددیانت تھا۔

۳۔ یہاں مولوی صاحب سے مراد مشہور انقلابی رہنما مولانا برکت اللہ بھوپالی ہیں جن کا نام ”ریشمی خطوط سازش کیس“ کی ڈائریکٹری میں موجود ہے۔ وہ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ عربی، فارسی، تاریخ اور علوم اسلامیہ سے کماحقہ واقف تھے انہوں نے ”خلافت“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی جس کا ترجمہ متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ جلا وطنی میں گذرا۔ وہ ۱۹۶۰ء میں تبلیغ اسلام کی غرض سے انگلستان چلے گئے۔ موصوف برطانوی مستشرقین کے لئے عربی اور فارسی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اپنی گذر بسر کرتے تھے۔ انہوں نے مشہور مستشرق اسٹانلے لین پول کو۔ مڈیول انڈیا کی تصنیف میں بڑی مدد دی۔ ۱۹۶۷ء میں امریکہ چلے گئے جہاں انہوں نے برصغیر کی سیاست

میں دلچسپی لینا شروع کیا۔ ۱۹۰۸ء میں ٹوکیو پہنچے اور وہاں اسکول آف فلن لینگویجز میں اردو پڑھانا شروع کیا۔ جاپان میں قیام کے دوران انگریزوں کے خلاف پروپاگنڈا کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں ٹوکیو سے سان فرانسسکو گئے اور وہاں ”غدر پارٹی“ کے رکن بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد برلن پہنچے اور وہاں انڈین نیشنل پارٹی کی رکنیت قبول کر لی۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران میں وہ جرمن ترک مشن کے ہمراہ کابل گئے اور یہیں ان کی ملاقات مولانا عبید اللہ سندھی سے ہوئی۔ مولانا سندھی مرحوم ہندوستان کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے ”جنودِ ربانیہ“ کے نام سے جو فوج تیار کرنا چاہتے تھے اس میں مولانا برکت اللہ کو لفٹنٹ جنرل بنانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ مولانا برکت اللہ کے آخری ایام حیات کیلئے فورنیا میں گذرے۔

۴۔ امیر شکیب ارسلان ایک مفکر، مؤرخ، مصلح اور عربی زبان کے صاحبِ طرز ادیب کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ۱۸۶۹ء میں لبنان کے ایک قصبہ شویفات میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار مفتی محمد عبدہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا بکھر در رکھتے تھے۔ انہوں نے یورپ میں پچیس سال قیام کے دوران میں اسلامی موضوعات پر متعدد کتابیں لکھ کر عربوں کے دل میں اسلام سے محبت اور آزادی کا جذبہ پیدا کیا۔ موصوف ۱۹۲۵ء میں جنیوا میں مقیم تھے وہیں ان کی ملاقات حکیم اجل خان مرحوم سے ہوئی۔ حکیم صاحب زندگی بھر ان کے خلوص و محبت کے معترف رہے۔ امیر شکیب ارسلان ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کو بیروت میں فوت ہوئے۔

۵۔ ۱۹۲۵ء کے اواخر میں شام میں فرانسیسی حکومت کے خلاف بغاوت ہو گئی اور ۱۹۲۶ء کے موسم بہار میں فرانس نے دمشق پر شدید بیماری کی اور

سویدیا پر قبضہ کر لیا۔ اس ہنگامے میں ہزاروں بے گناہ شامی مارے گئے اور لاکھوں بے گھر ہو گئے۔ حکیم صاحب شیدائی مرحوم سے شام کی تازہ ترین صورت حال کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے۔

۶۔ کپتان تغازانی کا ذکر حکیم صاحب کے علاوہ مولوی برکت اللہ بھوپالی کے خطوط میں بھی آیا ہے۔ وہ ڈاکٹر اقبال شیدائی کے بڑے مخلص دوست تھے۔ حکیم صاحب کے خط سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ صحافی تھے۔ مولوی صاحب کے ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اطالوی زبان پر مکمل دسترس تھی اور وہ اٹلی کے اخبارات و رسائل میں سیاسی مضامین لکھتے رہتے تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کے خطوط میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ وہ بھی ان کے خلوص کے بڑے معترف تھے۔

۷۔ جابر علی صاحب کے بارے میں وثوق کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔۔۔ سعد اللہ جابری نام کے ایک صاحب اس زمانے میں شام کی سیاست میں سرگرم حصہ لیا کرتے تھے۔ وہ قتلہ پارٹی کے رکن تھے اور ۱۹۷۸ء میں شام کی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ عین ممکن ہے کہ وہ امیر شکیب ارسلان کے توسط سے حکیم صاحب سے ملے ہوں۔

۸۔ اس زمانے میں شام کے سیاسی رہنما فرانس کے خلاف ناکام بغاوت میں بے گھر ہونے والے افراد کے لئے چندہ جمع کر رہے تھے۔ جابر علی صاحب اسی سلسلہ میں ہندوستان کا دورہ کرنا چاہتے تھے۔ مولوی برکت اللہ بھوپالی ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی کے نام اپنے ایک خط محررہ ۱۱ فروری ۱۹۷۶ء کو لکھتے ہیں کہ امیر شکیب ارسلان اس سے بہت خوش ہیں کہ ہندوستان میں لوگ شامیوں کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔ ان کا یہ مشورہ ہے کہ یہ چندہ مفتی اعظم فلسطین الحاج ابن المسینی کی معرفت

شام میں مصیبت زدگان کو بھیجا جائے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حکیم صاحب کو لکھیں کہ اپنے دوستوں کو جوش دلا کر یہ کام خوش اسلوبی سے کریں۔

۹۔ یہاں ”اپنے بھائی“ سے مراد ڈاکٹر محمد جمال صبٹہ ہیں۔ موصوف ڈاکٹر اقبال شیدائی مرحوم سے تقریباً بیس برس چھوٹے ہیں۔ انہوں نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا اور قیام پاکستان کے بعد ملتان میں نشتر میڈیکل کالج اور نشتر ہسپتال ان ہی کی ذاتی کوشش اور بھاگ دوڑ سے تعمیر ہوئے۔ موصوف ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی بڑی باقاعدگی کے ساتھ ہسپتال اور کالج جارہے ہیں اور اپنی نگرانی میں ان کی توسیع کر رہے ہیں۔



اعلان

کاغذ کی اور طباعت کی بے پناہ گرانی کی بنا پر ماہ ستمبر سے رسالہ برہان کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے کر دیا گیا ہے۔

لہذا پرانے خریداران رسالہ برہان کا زر تعاون اب بیس روپے سالانہ کے حساب سے بھیجیں۔ آپ حضرات کو مطلع کرنے کے لئے اس ماہ کے برہان میں یہ اعلان دیا گیا ہے۔

(عمید الرحمن عثمانی)

نیچر رسالہ برہان

دہلی۔